

”ہندستان میں تحریک اسلامی

اٹھدہ لا کھوئی عمل

از

سید ابوالاصلی مودودی

شائع کردہ

مکتبہ جماعت اسلامی، دارالاسلام، پشاور (پنجاب)

قیمت ۲۰ ر

- ۱- حلقہ میز رام
- ۲- قاضی احمد علی
- ۳- نشۃ علیم الدین

سید ابوالا علی مودودی پرنٹر و پیلشنر نے، مرکنٹائل پریس لاہور
 چھپر لئیں روڈ میں چھپوا کر
 مکتبہ جماعت اسلامی، دارالاسلام، پٹھانکوٹ سے شائع ہیا کی

ہندوستان میں تحریکِ اسلامی کا آئندہ لامعہ عمل

(ایہ تقریر جماعتِ اسلامی کے اجتماعِ مدراس، منعقدہ ۲۶۵ راپریل ۱۹۷۸ء میں
جماعت کے ارکان اور کارکن ہندوؤں کے سامنے کی گئی تھی)

الحمد لله العلي العظيم والصلوة والسلام على رسوله الكريم
رفقا وروسو! اس وقت ہم ہندوستان کی تاریخ کے ایک بہت
نازک اور فیصلہ کرنے مرحلے سے گزر رہے ہیں اور یہ مرحلہ ہمیں طرح ہندوؤں
کی قسمت کے لئے فیصلہ کرنے ہے اسی طرح ہماری اس تحریک کے لئے
بھی فیصلہ کرنے ہے۔ اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ اس موقع پر ہم پوری
ہوشمندی کے ساتھ اپنے اُس مقصد کو جس کے لئے ہم کام کرنا چاہتے ہیں،
اور ان حالات کو جن میں ہمیں کام کرنا ہے، اور اُس تحریک کو جس کی طرف یہ
حالات چاہے ہیں اور جس میں سے ہمیں اپنا راستہ نکالتا ہو گا، اچھی طرح تجویز
نہیں، اور ہمارا ہر کارکن پوری بھیرت کے ساتھ یہ جان لے کہ موجودہ اور
آیندہ حالات میں اسے کس حکمت علمی پر کاربند ہونا ہے۔

ہماری اس تحریک کا مقصد یہ ہے کہ آپ سب جانتے ہیں، صاف اور
 واضح الفاظ میں یہ ہے کہ ہم اُس صحیح طریقہ زندگی کو جس کا نام اسلام ہے
انفرادی اور اجتماعی طور پر عملی قائم کریں، اپنے قول اور عمل سے اُس کا

ٹھیک سچیک منظاہرہ کریں، دنیا کو اس بات پر ہمئی کرنے کی کوشش کریں
 کہ اسی طریقے زندگی میں اس کے لئے فلاج اور سعادت ہے، اور موجودہ
 باطل نظاموں کی جگہ وہ نظامِ حق برپا کرنے کی جدوجہد کریں جو سراسر اس
 طریقے زندگی پر بنی ہو۔ اس مقصد کے لئے اگرچہ ہمیں کام تو ساری دنیا اور
 تمام نوع انسانی میں کرتا ہے، لیکن فطرہ ہمارے کام کی جگہ وہی سرزین ہے
 جہاں ہم پیدا ہیئے ہیں، جہاں کی زبان ہماری زبان ہے، جہاں کے رسم و
 رواج سے ہم دائف ہیں، جہاں کے نفیات سے ہم آشتہ میں اور جہاں کی
 معاشرت سے ہمارا پیدائشی رشتہ ہے۔ خود پیغمبر وہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ
 نے ان کے اپنے وطن ہی کو جائے عمل اور مقامِ دعوت قرار دیا تھا، حالانکہ ان کا
 پیغام ساری دنیا کے لئے تھا۔ کسی پیغمبر کے لئے جائز نہ تھا کہ اپنے اس فطی
 حلقة کا کوچھ ڈر کر کریں اور چلا جائے جب تک کہ اس کے اہل وطن اسے
 نکال نہ دیں یادِ خود و دعوت و تبلیغ میں انتہائی کوشش صرف کرنے کے بعد
 ان سے ہمایوس نہ ہو جائے۔ لہذا ہماری اس جماعت کا فطری رائہ عمل بھی
 یہی سرزین ہے جسکے ذریعے ہماری سکونت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ پوری
 جماعت کا دائرہ عمل پورا مکہ، ہر علاقے کے ارکان جماعت کا دائرہ ان کا اپنا
 علاقہ، اور ہر شہر، قبیلہ، یا گاؤں کے ارکان کا دائرہ ان کا اپنا وطن۔ ہم میں
 سے ہر شخص کافر ہے یا نہ ہے کہ پورے استقلال کے ساتھ اپنی جگہ جنم کر دعوتِ صلاح
 اور سعیِ انقلاب میں مشہک رہے اور اپنے مقام سے ہرگز نہ ہے جب تک کہ اس کا
 دہانی رہنا قطعی غیر ممکن نہ ہو جائے یا پھر وہاں دعوتِ حق کے بار آور ہونے کی

کوئی امید باقی نہ رہے۔ آنے والے حالات میں آپ بہت کچھ سحرت و مہاجرت کی آوازیں سنیں گے اور بعید نہیں کہ عام روز کو دیکھ کر یا خیالی انہیں سے سہم کر آپ میں سے بھتوں کے پاؤں الکھڑتے لگیں، لیکن آپ جس مشن کے حامل ہیں اس کا مقابلہ یہ ہے کہ آپ یہ سکھنے شخص جہاں ہے وہی ڈٹ جائے اور اپنی دعوت کو اپنے ہی علاقے کی زندگی پر غائب کر لے کی کوشش کرے۔ آپ کا جہاں جہاز کے اس بہادر گیٹن کا مساہینا چاہئے جو آخر وقت تک اپنے جہاز کو بچانے کی کوشش کرتا رہتا ہے اور ڈوبتے ہوئے جہاز کو چھوڑنے والوں میں سب سے آخری شخص وہی ہوتا ہے۔ آپ جس مقصد پر ایمان المئیں اس کا تقاضا ہے کہ جس علاقے میں آپ رہتے ہیں وہیں کے نظام زندگی کو بدلتے اور راہِ راست پر لانے کی کوشش کریں۔ اس علاقے پر آپ کا اور آپ پر اس علاقے کا حق ہے اور وہ حق اسی طرح ادا ہو سکتا ہے کہ اس کی اجتماعی زندگی میں جو خرابیاں پائی جاتی ہیں انہیں دور کرنے میں آپ اپنا پورا ذریعہ کریں اور جس ہدایت سے آپ سرفراز کئے گئے ہیں اس کا فائدہ سب سے پہلے اسے پہنچا گیں۔

موجودہ مایوس کن حالات

ہندوستان میں اس وقت جو حالات رونما ہیں وہ بظاہر ہماری دعوت کے لحاظ سے نہایت مایوس کن ہیں اور ہم دیکھ رہا ہوں کہ آپ سب لوگوں پر اُن کا دل شکن اثر پڑ رہا ہے۔ ملک کی مختلف قومیں قومی خود غرضی میں بُری طرح بدلے ہیں اور قوم پرستی کا گنوں بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ ان سے وہ وہ حریکات سرزد ہو رہی ہیں جنہیں اگر جانوروں سے بھی مسوپ کیا جائے

تو وہ اسے اپنی تو میں سمجھیں۔ قومی کش مکش نے جنگ کی اور جنگ نے دھشت و درندگی کی مشکل اختیار کر لی ہے۔ پہلے تو بات یہی تک تھی کہ ہر قوم ایک دوسرے سے بڑھ کر اپنے دعوے اور جواب دعوے پیش کر رہی تھی اور اس پر تباہ کلائی کا سلسلہ چل رہا تھا، مگر اب نوبت یہ آگئی ہے کہ یہ مختلف قومیں ایک دوسرے کا نام و نشان تک مٹا دیتے کے درپیش ہیں۔ انہوں نے اپنی رہنمائی کا کام ایسے ایسے لیڈ رہیں اور انہمار نویسوں کے سپرد کر دیا ہے جو انہیں ہر روز خود غرض قوم پرستی کی شراب، نفرت و عداوت کا نہ سرملائکر پلاتے ہیں اور ان کی حد سے بڑھی ہوئی قومی خواہشات کی دکالت میں انصاف اور اخلاق کی ساری حدود کو پھاندلتے چلے جاتے ہیں۔ اخلاقی تمہورات کے لئے ان کے دلوں میں اب فی الحال قائم کوئی تنجائش نہیں رہی ہے۔ تمام اخلاقی معیارات قومیت کے تابع ہو گئے ہیں۔ جو کچھ قومی مفہاد اور قومی خواہشات کے مطابق ہے وہی سبے بڑا اخلاق ہے، خواہ وہ جھوٹ ہو، خیانت ہو، ظلم ہو، سنگدلی اور یہ رحمی ہو، یا اور کوئی ایسی چیز ہو جو دنیا کے معروف اخلاقیات میں ہمیشہ سے بدی تھی جاتی رہی ہے۔ بخلاف اس کے سچائی، انصاف، دیانت، رحم، شرافت، انسانیت سب گناہ قرار پا چکے ہیں اگر وہ قومی مفہاد کے خلاف پڑتے ہوں یا قومی خواہشات کے حصول میں مانع ہوں۔

ان حالات میں کسی ایسی دعوت کے لئے کام کرنا سخت مشکل ہے جو قومیتوں کو نظر انداز کر کے انسانیت کو خطا بکرنی ہو، جو قومی خواہشات کو چھوڑ کر خالص اصول حق کی طرف بلاتی ہو، اور قومی خود غرضیوں کو توار کر

عالمگیر انداز قائم کرنا چاہتی ہو جنونِ قومیت کے اس دور میں ایسی دھوکی آوازِ سنتے کے لئے نہ ہندو تیار ہیں نہ مسلمان مسلمان کہتے ہیں کہ تم ہماری قوم کے افراد ہو، تمہارا فرض تھا کہ قوم کے جھنڈے تلے جمع ہو کر قومی لڑائی لڑتے۔ یہ تم نے الگ جھنا بنا کر دین و اخلاق اور اصولِ حق کی رٹ کیا لگانی شروع کر دی۔ تمہاری اس صدائے بے ہنگام سے قوم کی طاقت مندشہ ہوتی ہے اور قومی مفاد کو نقصان پہنچا ہے۔ لہذا ہم تمہیں قوم کا دشمن سمجھتے ہیں خواہ تمہاری دعوت اُسی اسلام کی طرف ہو جس کا نام لے کر ہم یہ قومی لڑائی لڑ رہے ہیں۔ دوسری طرف ہندوؤں کے پاس جائیے تو وہ خیال کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی باتِ دل کو تو ضرور لگتی ہے مگر ان چھاپھو کو ذرا سچونک کر دینا چاہئے کیونکہ یہ ہیں تو اُسی قوم کے افراد جس سے ہماری لڑائی ہے، کیا خیر کہ یہ اصولی دعوت بھی مسلمان قومیت ہی کو فروغ دیئے کے لئے ایک دوسری تدپیر ہو۔

لیکن یہ حالات خواہ کتنے ہی حوصلہ شکن اور صبر آزماء ہوں، بہر حال مستقل نہیں ہیں بلکہ عنقریب بدلتے جانے والے ہیں۔ اس وقت آپ کے لئے صحیح طرز عمل یہ ہے کہ صبر اور حسنِ اخلاق سے اپنا کام کئے چلے جائیں، الجھنے والوں کے ساتھ نہ الجھنیں، نادان لوگوں کی مخالفتوں پر برافروخت نہ ہوں، جن لوگوں میں دوست اور دشمن تک کی تمیز باقی نہیں رہی ہے اور جو لوگ جوشِ جنوں میں اب خود اپنے بھلے اور بُرے تک کا ہوش نہیں رکھتے وہ اگر جہالت اور جاہلیت پر اُتر آئیں تو آپ شریف آدمیوں کی طرح

ان کے مقابلے سے ہبھٹ جائیں اور ان کی زیادتیوں کو خاموشی سے سہ لیں۔
 اس کے ساتھ آپ کو چاہئے کہ زیادہ یعنی زیادہ معقول طریقہ سے اپنی دخوت
 مسلم اور غیر مسلم سوسائٹی کے ان سب لوگوں تک پہنچا جائیں جو معقول بات
 کو سنتے اور اس پر کھلے دل سے غور کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس طریقہ پر
 اگر آپ نے عمل کیا تو ایک طرف آپ کی اخلاقی برتری کا سلسلہ بیٹھ جائے گا،
 اور دوسری طرف وہ ذہنی فضنا ایک حد تک تیار ہو جائے گی جو آنے والے
 حالات میں مؤثر کام کے لئے ضروری ہے۔

آنے والے تغیرات

جس تغیر کی طرف میں اشارہ کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ عنقریب الک تقسیم
 ہو جائے گا۔ ہندوؤں کو ان کی اکثریت کے علاقے اور مسلمانوں کو ان کی
 اکثریت کے علاقے الگ الگ مل جائیں گے۔ دو توں پہنچانے اپنے علاقوں میں
 پوری طرح خود مختار ہونگے اور اپنی مرضی کے مقابلوں اپنے اسٹیٹ کا نظام
 چلائیں گے۔ یہ بڑا تغیر اس نقشے کو بالکل بدل دے گا جس پر اس وقت
 تک حالات چلتے رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے ہندوؤں اور مسلمانوں اور
 دوسری قوموں کے مسائل اور ان کی نوعیتیں بالکل بدل جائیں گی۔
 ان کو بالکل ایک دوسری ہی صورت حال سے سابقہ پیش آئے گا جس دھنگ
 پر اس وقت تک انہوں نے اپنے قومی روایہ اور اپنی تحریکات اور جماعتی
 نظاموں کو قائم کر رکھا ہے وہ بڑی حد تک بے معنی اور ناکارہ ہو جائے گا۔
 بد لے ہوئے حالات میں ان سب کو سوچنا پڑے گا کہ جو کچھ اب تک وہ کرتے

ربے ہیں اس نے انہیں کہاں لا کھڑا کیا ہے اور اب اس نے دو روز تھی میں ان کے لئے راہ عمل کیا ہے۔ آج کے بینے اور جسے ہوئے عقیدے اُس وقت جہاں پہنچا گیں گے۔ آج کے خیالات اور تصورات کے لئے اُس وقت کوئی جگہ نہ ہوگی۔ آج کے نظرے اس وقت کھولے ٹسکے ہونگے جنہیں کوئی مفت کو بھی نہ پوچھے گا جن بسیاروں پر آج کی قومی تحریکیں اور جماعتیں قائم ہیں وہ خود بخود ڈھجائیں گی اس لئے صرف یہی نہیں کہ آج کی لید پیار طبعی موت مر جائیں گی بلکہ بعید نہیں کہ جو لوگ آج انہیں اپنا نجات و ہندہ سمجھ رہے ہیں کل وہی ان کو اپنے مصائب و آلام کا اصلی سبب سمجھنے لگتیں۔

آنے والے اس دور میں ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان کے حالات بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہونگے، اور چونکہ ہمیں دونوں علاقوں میں کام کرنا ہو گا اس لئے ہمیں بھی اپنی تحریک کو و مختلف طریقوں پر چلانا پڑے گا بلکہ بعید نہیں کہ نظام جماعت کو بھی بڑی حد تک رو حشوں میں بانٹا دینا پڑے تاکہ پر حفظہ اپنے علاقے کے حالات کے مطابق مناسب پالیسی پر خود عملی سیکے اور اس کے لئے ضروری انتظامات خود کر سکے جہاں تک مسلم علاقے کا تعلق ہے اس پر تو ہمیں یہاں کوئی بحث نہ کر دیں گا، یہونکہ اس کے لئے موڑوں تنعام شرائی مغربی حلقة کا اجتماع ہے جو عنقریب ہونے والا ہے۔ آپ کے ساتھ بمحضہ صرف ہندو ہندوستان کے مستقبل پر لفڑلوگر فی ہے کہ یہاں مسلمانوں اور ہندوؤں کو اتنا کہنے کا مطالبہ سے سابقہ پیش آئے والا ہے اور مان صاف اسیں آپ کو کس طرح کام کرنا ہو گا۔

”ہندوستان“ میں مسلم اقلیت کا مستقبل

سب سے پہلے مسلمانوں کے معاشرے کو بحیثیتے، ہندو اکثریت کے خلافے میں مسلمان عنقریب یہ محسوس کر لیں گے کہ جس قوم پرستی پر انہوں نے اپنے اجتماعی روایت کی بنیاد رکھی تھی وہ انہیں بیا بان مرگ بیں لا کر جھوڑ گئی۔ ہے اور ان کی قومی جنگ جسے وہ بڑے ہوش و خروش سے بغیر سوچے سمجھے لڑ رہے تھے، ایک ایسے تجھہ پر حتم ہوئی ہے جو ان کے لئے تباہی کے سوا اپنے اندر کچھ نہیں رکھتا جن جمہوری اصولوں پر ایسا دلت سے ہندوستان کا سیاسی ارتقاء ہو رہا تھا، اور تبہیں خود مسلمانوں نے بھی قومی ہیئت سے تسلیم کر کے اپنے مطابعات کی فہرست، مرتبہ اکی تھی، انہیں دیکھ کر بیک نظر معلوم کیا جا سکتا تھا کہ ان اصولوں پرست ہوئے ذلتاہم حکومت میں جو کچھ ملتا ہے اکثریت کو ملتا ہے، اولیت کو اگر کچھ ملتا ہے تو تحریرات کے طور پر دست نگیر ہوئے کی ہیئت سے، تاکہ حق کے طور پر حریقہ اور مار مقابل اور شریک کی ہیئت نہ ہے۔ یہ ایک ظاہر و باہر حقیقت تھی، مگر مسلمانوں نے اس کی طرف سے جانتے یوجنت آنکھیں بند کریں اور اس دوسری حماقت کا ارتکاب کیا کہ ایک طرف تو نظام حکومت کے لئے مغرب کے انہی جمہوری اصولوں پر راضی ہو گئے اور دوسری طرف خود اپنی طرف سے تعزیز کا کام اصول پیش کیا کہ جہاں ہم اکثریت میں ہیں وہاں ہم حاکم اور تم حکوم ہو، اور جہاں تم اکثریت میں ہو وہاں تم حاکم اور ہم محکوم ہوں۔ کئی سال کی تلاز اور خونریز قومی کشمکش کے بعد اب یہ مرکب حماقت ”کامیابی“ کے مرحلے پر پہنچ گئی تھے، اور جس چیز کے لئے اقلیت کے مسلمان خود لڑ رہے تھے وہ حاصل

ہٹوچاہ، متنی ہے، یعنی اکثریت کی آزاد خود مختار حکومت جس میں وہ بحیثیت ایک قوم کے حکوم ہونگے اور محاکوم بھی اُس اکثریت کے جس سے وہ قومی جنگ لڑتے رہے ہیں۔

ہوا سٹیٹ اب مسلم اقلیت کے علاقوں میں بن رہا ہے وہ ہندوؤں کا قومی اسٹیٹ ہو گا۔ قومیت و جمہوریت کے جن نظریات کو مسلمان اور ہندو یکساں تسلیم کر کے اپنی قومی تحریکیوں کی اساس پاچکے ہیں، ان کی بنیاد پر کوئی قومی اسٹیٹ اپنے اندر کسی دوسری ایسی قوم کے وجود کو گوارا نہیں کر سکتا جو حکمران قومیت سے الگ اپنی مستقل قومیت کی وجہی ہو اور پھر اس قومیت کے دعویٰ کے ساتھ اپنے مخصوص قومی مطالبات بھی رکھتی ہو۔ یہ پیغام صرف اسی وقت تکہ چال سکتی تھی جب تک تلک علاؤ ایک بیرونی قوم کا تھا اور ہندو اور مسلمان دونوں اس کے حکوم تھے۔ صرف اُسی وقت یہ ممکن تھا کہ اقلیت بھی اکثریت کی طرح اپنی الگ قومیت کا دعویٰ کرے اور کم و بیش اپنے کچھ مستقل حقوق منوالے۔ مگر جب پا جمہوری اصول پر اہل تلک کی آزاد حکومت بن جائے گی تو ہندو ہزار شان اکثریت کا قومی اسٹیٹ بن کر رہے گا اور اس میں کسی اقلیت کی جداگانہ قومیت اور مخصوص قومی مطالبات کے لئے کوئی کنجماش نہ ہوگی۔ قومی اسٹیٹ ایسی کسی قومیت کو تسلیم کر کے اس کے مطالیے کبھی پورے نہیں کیا جاتا، بلکہ وہ پہلے تو یہ کوشش کرتا ہے کہ اسے تحلیل کر کے اپنے اندر پضم کرے، پھر اگر وہ اتنی سخت تکلیف ہے کہ پضم نہ ہو سکے تو اسے اتنا دبادینا چاہتا ہے کہ جداگانہ قومی وجود اور اس کی بنا پر مستقل قومی مطالبوں کی آواز بلند ہونے ہی تھی تھی، اور بالآخر

اگر وہ قومیت کے نیچے بھی پیغام ہی چلی جائے تو پھر قومی اسٹیٹ اسے باقاعدہ فنا کرنے کی کوشش شروع کر دیتا ہے۔ یہی کچھ ہندوؤں کے قومی اسٹیٹ میں مسلم اقیمت کو پیش آنے والا ہے۔ اُس کے سامنے بھی عملًا یہی ہیں، راستے پیش کئے جائیں گے:

یا تو اپنی جدراگانہ قومیت کے دعوے اور اس کی بناء پر مستقل حقوق کے مطابق سے دست بردار ہوگر اسٹیٹ کی قومیت میں جذب ہو جائے،
یا اگر وہ اس کے لئے تیار نہ ہو تو ہر قسم کے حقوق سے محروم کر کے شودروں اور اچھوتوں کی سی حالت میں رکھی جائے،

یا اس پر اسلامی کامیاب عمل جاری کر دیا جائے یہاں تک کہ قومی اسٹیٹ کے ہندو دین اس کا نام و نشان باقی نہ رہے۔

یہ لازمی تیجھے ہے مغربی طرز کے ایک جمہوری نظام میں قومیت کی اساس پڑا پنی بالیسی کی عمرت اٹھائے کا۔ بصیرت کی آنکھیں اس تیجھے کو اُسی ذلت دیکھ سکتی تھیں جبکہ بالیسی اختیار کی جا رہی تھی اور تیجھے بھی بہت دور تھا۔ مگر اُس وقت دیکھنے کے انہیاں کیا گیا اور جو کھانے کی کوشش کرنے والوں کو دشمن سمجھا گیا۔ اب یہ تیجھے بالکل سامنے آگیا ہے اور انہوں کہ اسے زیکرنا ہی نہیں بھکتا۔ لکھن جمہوری تھی۔

مسلمانوں کی سماجی مرہنمائی کے لئے جو گزہ اس وقت پیش رہیں ان میں سے ایک نیزہ تاریخی مدلیل ہوں گے اگر وہ یہ جو آئندہ وارثہ دی جائیں اور اسی پر اسکے اکابر ایجاد کیا جائے تو اسی اکابر جو آئندہ وارثہ دی جائیں اور اسی پر اسکے اکابر ایجاد کیا جائے۔ اگر جیسا ہے۔

دعوت دیکھا کہ پہلی صورت کو برضاء و غبہت قبول کر لیں، یعنی اپنی قومی انفرادیت کے دعوے اور خصوصی حقوق کے مطابق سے مدد و بردار ہو کر سیدھی طرح اسٹیٹ کی قومیت میں ملجم ہو جائیں اس گروہ کی بات اب تک تو نہیں پہلی ہے مگر مجھے اندریشہ ہے کہ آگے بہت کچھ چلنے لگے گی، کیونکہ آئندہ یہی لوگ صدر کار رس ہونگے، انہی کی مدد سے نو کریاں اور تھیکے اور تعیین کاموں کے گرانٹ وغیرہ ملائکر شیکے اور یہی حکمران قوم اور حکوم قوم کے درمیان واسطہ و وسیلہ بنیں گے۔ ان کی کوششیں مسلمانوں کی ایک معتبر بہتعداد کو اس حد تک گرا لانے میں کامیاب ہو جائیں گی کہ وہ خود ہبہا شے اور ان کی بیویاں اور بیویاں شریعتیاں بنیں اور لباس، زبان، معاشرت، خجالات، ہر چیز میں حکمران قوم سے اس درجہ ہمزنگ ہو جائیں کہ ہنا کسی نگویہ بعد ازاں من دیگرم تودیگری۔ جس قوم کی ایک بڑی تعداد اس سے پہلے مسٹر اور مس بن چکی ہے آخر اس کے لئے اپدیہ نیا تغیر ناممکن کیوں ہونے لگا، خصوصاً جبکہ آئندہ روڈی اور خوش حالی اور ترقی کا انحصار اسی پر ہوگا۔ لیکن مجھے امید نہیں کہ مسلمان من حیث القوم اس طرح پہر ڈال دینے پر راضی ہو جائیں گے۔ قومی حیثیت سے ان کی کوشش یہی ہوگی کہ اس بندب و انجذاب کی مراجحت کریں۔

مراجحت کے لئے وہ اپنے اُسی گروہ کی طرف رجوع کریں گے جو اس وقت سیاسی میدان میں ان کی رہنمائی کر رہا ہے۔ مگر تجوہ بہت جلدی مسلمانوں کو بتادے گا کہ اب اس گروہ کی سیاست پر چل کر وہ بعد ہے تباہی کے گڑھے کی

طرف جائیں گے۔ اکثر بیت کے قومی جمہوری اسٹیٹ میں رہ کر اگر اقلیت قومی
جنگ لڑائی تو ہر طرف سے پیسی اور کھلی جائیگی، زندگی کے ہر شعبے سے مکالی
جائے گی، ہر قسم کے حقوق سے محروم کی جائیگی، اچھوتوں سے بھی بدتر حالت میں
گردی جائے گی اور پھر بھی اگر اس کی آواز اکٹھی رہی تو اسے اس طرح مٹایا
جائے گا کہ اس پر نہ زمین روئے گی نہ آسمان۔
کہا جاتا ہے کہ اقلیت کے مسلمانوں کو اس انعام سے بچانے کے تین درجے

ہیں:

ایک یہ کہ پاکستان کی ریاست ہندوستان کی ریاست سے سودا
کریگی، یعنی وہ کہے گی کہ پاکستان کی ہندو اقلیت سے ہم وہی سلوک کرنے گے جو
تم ہندوستان کی مسلمان اقلیت سے کرو گے اور اس طرح مسلمانوں کو وہی
آئینی تحفظات مل جائیں گے جو ہندو پاکستان میں ہندوؤں کے لئے چاہیں گے۔
لیکن آغاز کار میں یہ تجویز خواہ کیسی ہی خوش آیند نظر آئے، مجھے یقین ہے اور
تجربہ بتا دی گا کہ آگئے چل کر یہ وظیعاناکام ہو گی ہم صاف دیکھ رہے ہیں کہ
ہندوستان اور پاکستان، دونوں مغربی طرز سیاست کی راہ پر چلے جا رہے
ہیں۔ اس طرز سیاست کے جو تابع و باع نکل چکے ہیں وہی یہاں نکل کر رہیں گے۔
اقلیت کی جداگانہ قومیت اور قومی حقوق اور مطالبوں کو نہ مسلمانوں کا
قومی اسٹیٹ ترمادہ دیتا تاکہ برداشت کر سکے گا اور نہ ہندوؤں کا قومی
اسٹیٹ خصوصاً جب یہ رہوں اقلیتیں اپنی اپنی ہم قوم پر ونی ریاست
کی طرف استحداد کا ہاتھ پھیلائیں گی اور اپنے ملک کی حکومت کے بجائے

بیرونی حکومت سے وفاداری، دلچسپی اور محبت کی پیشگیں بڑھائیں گی تو ان کا وجود ہندوستان اور پاکستان دونوں کے لئے نافرمان برداشت ہو جائیگا۔ ابتدا میں خواہ گیسے ہی انہیں ان خیش آئینی تحفظات دونوں نے ایک دوسرے کی اقلیتوں کو دیتے ہوں، رہنمہ رفیعہ علماں کو ختم کر دیا جائیگا، رہنمہ شرہ کے پرتوں میں اقلیتوں کا استیصال کرنے والی پالیسی پل پڑیگی، دونوں حکومتیں اپنی اپنی قومی اقلیتوں کی خاطر ایک دوسرے پر دیاودلانے کی کوشش کر سکتیں اور بالآخر یا تو جنگ تک نوبت پہنچے گی، جس کے نتیجہ کے متعلق کوئی پیش گوئی ہمیں کی جاسکتی، یا دونوں کو اس پر راضی ہونا پڑیگا کہ ایک حکومت بندوں کے ساتھ اور دوسری حکومت مسلمانوں کے ساتھ جو بڑا ڈچا ہے کرے۔

دوسرے دریغہ تحفظ ہے بتایا جاتا ہے کہ اقوام متحده کے نظام (United States)

Organization of International Organization) سے اس معاملہ میں مدد فی جائیگی۔ یعنی جو لوگ اس نظام کے مزاج کو کچھ بھی جانتے ہیں وہ یا سافی اندازہ کر سکتے ہیں، کہ اس دریغہ تحفظ کے بل پر کوئی دبی ہوئی قوم کتنے دن جی سکتی ہے۔ اول تو اقوام متحده کے نظام سے م Rafugee کسی ایسے ہی معاملہ میں کیا جا سکتا ہے جس میں کوئی بہت بڑی اور نمایا باش نظر مانہ کا رروائی کی گئی ہو۔ روزمرہ کے جیبو رے چھوٹے معاملات خواہ مجموعی طور پر مل کر کتنا ہی بڑا لفڑی میں جائیں، بہر حال اس نظام میں قابل مراقبہ قرار نہیں پا سکتے۔ نہ اُن بُلٹا ہر معصوم پالیسیوں کو وہاں زیر بحث لایا جا سکتا ہے جو مغربی معیار کے لحاظ سے بالکل برعکس ہوتی ہیں مگر ہمارے نقطہ نظر سے مسلمانوں کی حیات دینی وطنی کو بالکل ختم کر دینے والی ہیں۔ پھر اس نظام

نے اب تک حاصلو یہ ثابت نہیں کیا ہے کہ وہ بالکل لگ انصاف کرنے کے لئے
تیار ہے۔ اس کے ارکان صرف یہی نہیں دیکھتے کہ معاملہ بجائے خود کیا ہے اور
اس میں انصاف کا تقاضا کیا ہے، بلکہ یہ بھی دیکھتے ہیں کہ شکایت جس حکومت
کی کی گئی ہے اس سے ہماری اپنی حکومتوں کے تعلقات کیسے ہیں اور آپا سے
مطعون کرنا ہماری حکومتوں کی مصلحت کے مقابل ہے یا خلاف۔ اس لحاظ
میں کون کہہ سکتا ہے کہ آیندہ زمانہ میں نظام اقوام متعدد کے اندر ہندوستان اور
پاکستان کی اختلاف پوزیشن کیا ہو گی اور کس کی بات وہاں زیادہ وزن دار
ہو گی۔

تیسرا درجہ ہجرت اور تبادلہ آبادی کا بیان کیا جاتا ہے۔ ہجرت کا مطلب
یہ ہے کہ مسلمان خود ہندوستان چھوڑ جیوڑ کر پاکستان میں جائیں شروع
ہوں۔ اور تبادلہ آبادی کا مطلب یہ ہے کہ دونوں حکومتوں باہمی قرارداد سے
ایک نظر کے ساتھ اپنی اپنی ہم قوم آبادی کو اپنے علاقے میں منتقل کر لیں۔ ان میں
سے چلی صورت قابل عمل ہے گروہ ہندوستان کے مسلمانوں کا مسئلہ حل نہ کر
سکے گی، کیونکہ اس صورت پر وقتاً فوقت صرف کھاتے پتے لوگ بہت بڑا شتر
خاطرا فراد و خاندان، یا کچھ من چلے قسمت آز ما لوگ ہی عمل کر سکیں گے،
مسلمانوں کی عام آبادی جہاں اب یس رہی ہے وہیں لستی رہیگی اور اس کا
گھبی برداشتہ پرخورد ہجرا جرت کرنا ممکن نہ ہو گا، الایہ کہ کسی وقت خدا تھوار
وہ حالات پیش آ جائیں جو ہمارے غیرہ میں پیش آئے ہیں۔ رہی دوسری
صورت، تو مجھے امید نہیں کہ آیندہ چھاس سال تک ہندوستان اور پاکستان

کی حکومتیں سارے چار کروڑ مسلمانوں اور دوھائی تین کروڑ غیر مسلموں کو ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر منتقل کرنے کا انتظام کر سکیں گی، خواہ وہ دل سے ایسا کرنا چاہیں۔ تاہم اگر کوئی اس امید پر بحث کرو تو ضرور جستے۔

یہ ہے اُن ذرائع کی حقیقت جن کی بناء پر اُمید کی جا رہی ہے کہ قوم پرستانہ سیاست جس طرح انگریزی اشدار کے دور میں چنانی رہی ہے اسی طرح ہندو ہندوستان کی قومی حکومت بن چانے کے بعد بھی چل سکے گی۔ آج مسلمان اپنی جماعت اور حکم نگاہی کی وجہ سے ان حقائق کو نہیں سمجھ رہے ہیں، مگر وہ وقت قریباً ہے جب ایہ حقائق خود اپنے آپ کو ان کی سمجھ میں آتا رہیں گے اور اس وقت لامحالہ ان کی تین راستوں میں سے ایک کا انتساب کرنا پڑے گا۔ ایک یہ کہ "نشانہ سٹ" مسلمانوں کی پالیسی قبول کر کے ہندو قومیت میں جذب ہوئے نے پر تیار ہو جائیں، دوسرے یہ کہ مسلم قوم پرستی کی موجودہ روشن پر باستور چلتے رہیں یہاں تک کہ مٹ جائیں۔

تیسرا یہ کہ قوم پرستی اور اس کے طور طریقوں اور اس کے دعووں اور مطالبوں سے تو بہ کہ اسلام کی اہمیتی قبول کر لیں جس کا تقاضایہ ہے کہ مسلمان اپنی قومی اغراض کے لئے سعی و جہاد کرنے کے بجائے اپنی تمام کوششوں کو صرف اسلام کی اصولی دعوت پر مرکوز کر دیں اور من جیش القوم اپنے اخلاق اعمال اور اجتماعی زندگی میں اُس کی شہادت دیں تاکہ دنیا نقیبین کر سکے کہ فی الواقع یہ وہ توصیہ ہے جو اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ محض دنبائی عزلہ

کے لئے جینے والی ہے اور درحقیقت جن اصولوں کو یہ ملشیں کر رہی ہے وہ انسانی زندگی کی انفرادی اور اجتماعی ٹلوپ پر نہایت اعلیٰ دار فرع اور عالیٰ پرنا دینیتے والے ہیں۔

یہی آخری راہ مسلمانوں کے لئے پہلے بھی راہ نجات تھی اور ایسا بھی اسی بیان کے لئے نجات ہے میں کئی سال سے ان کو اسی کی طرف یلا نا رہا ہوں اگر یہ قوم پرستانہ سیاست کی راہ اختیار کرنے کے بجائے اس راہ کو اختیار کرتے، اور جس طرح پچھلے دس سال میں انہوں نے اپنی پوری قومی طاقت کو اُس راہ پر لگایا ہے اُس طرح کہیں اس راہ پر لگا بیٹھتا تو آج ہندوستان کی سیاست کا نقشہ بالکل بدلا ہوا ہوتا اور دوچھوٹے چھوٹے پاکستانوں کی جگہ سارے ہندوستان کے پاکستان میں جانے کے امکانات ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتے۔ یہیں اُس وقت میری یہ دعوت انہیں دشمن کی دعوت یا ایک دبوانے دوست کی دعوت محسوس ہوتی۔ اب واقعات انہیں لگھیر کرنا چار مسلمان شوکے مقام پر خود گھنٹھ لائے ہیں۔ اب ان کے لئے زندگی کی راہ صرف ایک ہی رہائی ہے اور وہ اسلام کی، اصلی اور حقیقی اور خلصانہ اسلام کی راہ ہے۔ دوسری راہیں زندگی کی نہیں بلکہ خود کشی یا سزاۓ موت یا طبعی وفات کی راہیں ہیں۔

یہ وقت جس کے آئے کی میں آپ کو خبر دے رہا ہوں اب بالکل قریب آگیا ہے۔ یہوں ہی کہ ہندوستان کی سیاست کا موجودہ دور ختم ہو کر نیا دور شروع ہوا، اقدیمت کے علاقوں میں مسلمانوں کو اپنی واقعی یا اس انگیز

پوزیشن کا عام احساس شروع ہو جائے گا۔ یہ ایک بڑی تحریک کے انہدام کا وقت ہو گا جو تحریک خلافت کے انہدام سے کئی لگنا زیادہ خطرناک ہو گا۔ تحریک خلافت کی ناکامی نے مسلمانوں پر جو جمود و انتشار ہماری کیا تھا وہ اگرچہ نہایت نقصان وہ تھا مگر ہنکر نہ تھا۔ اب اگر وہ کیفیت کہیں پھر طاری ہوئی تو قطعاً ہنکر ثابت ہوگی۔ اپنے اس وقت تک کے رہنماؤں سے ماپوس ہو کر کوئی صحیح رہنمائی اور کوئی شعاعِ امید اگر مسلمانوں نے نہ پائی تو ان پر گھبراہٹ اور طوالِ الملوکی سلطنت ہو جائے گی۔ کوئی نہیں سے مسلمانوں کی طرف دوڑیگا، کوئی کمیونسٹ گروہ کی طرف پکے گا، کوئی بھرت کی تیاری کریگا، کوئی ماپوسی کی حالت میں ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ جائے گا، اور کوئی دل برداشتگی کے عالم میں، یا محض احتمانہ تھنچھلاہٹ کی بنا پر، ہماری ہوئی قومی جنگ کو پھر تازہ کر کے نہ صرف اپنے اوپر بلکہ اپنے ہزاروں لاکھوں بے لگناہ بھائیوں پر بھی تباہی کا طوفان انٹھانا لائے گا۔ اس نازک وقت کے لئے ابھی سے ایک ایسا منظم گروہ تیار رہنا چاہئے جو ہوش میں آنے والے مسلمانوں کے سامنے بردقت صحیح راہ عمل پیش کر سکے، ان کی مانش باندشار قوتوں کو غلط کاربou اور خام کاربou سے بچا کر ایک روشن نصیب کے گرد سمیٹ سکے اور ان کو یاس کے بعد حقیقی کامیابیوں کی بشارت دے سکے۔ میری دعا ہے کہ آپ ہی کا یہ گروہ اس خدمت کے انجام دینے کی توفیق پائے اور اس وقت کے آنے سے پہلے اس حد تک ہماقتور اور منظم اور مستعد ہو جائے کہ یہ خدمت انجام دے سکے۔

غیر مسلم اکثریت کا مستقبل

اب میں چاہتا ہوں کہ آپ ذرا ہندو ہندوستان کی اکثریت کے مستقبل کا بھی جائزہ میں میں آپ لوگوں سے اکثر کہتا رہا ہوں کہ اسلامی انقلاب برپا کرنے کا جتنا امکان مسلم اکثریت کے علاقوں میں ہے قریب قریب اتنا ہی امکان غیر مسلم اکثریت کے علاقوں میں بھی ہے۔ میری اس بات کو بہت سے لوگ ایک عمر تک ادھی کا خواب سمجھتے ہیں، اور بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ غالباً نصیحت کا کوئی نکتہ ہے جو بخاری سمجھ سے بالاتر ہے۔ اس لئے کہ ان کو صریح طور پر یہ نظر آرہا ہے کہ غیر مسلم اکثریت ملکاں میں مکاری محسوبہ احمد، اور منظم بلاک بنی ہوئی ہے، اس کے اندر کہیں کوئی خلل یا شکاف نہیں ہے جہاں سے اس کے ٹوٹنے کا امکان ہو، اس پر قوم پرستی کا نشہ پوری طرح مسلط ہے۔ ہندو ایسا کا پورا نظام حکومت نہایت مستحکم طریقہ سے اس کے ہاتھ میں آچکا ہے اور بتوخواری سی کسر پاتی ہے وہ عماری پوری ہوئی جاتی ہے۔ اسی حالت کو دیکھتے ہوئے ان کی سمجھوں نہیں آتا کہ آخر یہاں اسلامی انقلاب کا راستہ کہ تحریک سے بخل آئے گا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ محسوبہ بلاک جو آپ کو سما منے نظر آرہا ہے، اور بظاہر گھومنگی خواہ ہوتا ہے، اس کی ساخت کو زر اسماجی کوشش کیجئے کہ یہ کون اجراء سے مرکب ہے اور ان کی پیوستگی کی نوعیت کیا ہے۔

ہندوستان کے ان کروڑوں غیر مسلموں کو جس چیز نے متحداً اور منظم کیا ہے؟ کوئی مستقل نظریہ حیات، کوئی محسوبہ فلسفہ، نہ ہے لیکن اور کوئی شعوری نظریہ حیات

نہیں ہے کہ اس کا مسئلہ لزل ہونا اور بدلت جانا مشکل ہو، بلکہ وہ محض ایک قوم پرستی کا جذبہ ہے جو ایک طرف اپنی اقتدار کے خلاف اور دوسری طرف مسلم قوم پرستی کے مقابلہ میں پھر کایا گیا تھا۔ قوم پرستی کا فطری خامسہ یہ ہوتا ہے کہ وہ صرف کسی مخالف و مزاحم اور میاز رہا قت ہی کے مقابلہ میں پیدا ہوئے کرتا ہے، اس کی شدتِ مزاحمت ہی سے بھر کتا ہے، اور جب تک وہ طاقت مقابلہ میں موجود ہوا سی وقت تک باقی رہتا ہے جو ہی کہ مزاحمت ختم ہوئی اور قوم پرستی کا مقصد حاصل ہو، یہ جذبہ آپ سے آپ بجا تا ہے۔ اندر و نی تندگی کے دوسرے اہم تر مسائل لوگوں کی توجہات کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور وہ عنابر جو محض قوم پرستی کے بند برسے باہم پیوستہ ہوئے تھے، بکھرنے لگتے ہیں۔ ہندو قوم پرستی کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ یہ جن دو پاؤں پر کھڑی ہوئی تھی ان میں سے ایک۔ یعنی انگریزی اقتدار سے نجات پانے کا جذبہ۔ عذریب گرا چاہتا ہے۔ اس کے بعد صرف دوسرا پاؤں باقی رہ جاتا ہے، یعنی مسلم قوم پرستی کے مقابلہ کا جذبہ۔ سو پاکستان کے بن جانے کے بعد اس کا قائم رہنا بھی مشکل ہے، بشرطیکہ ہندو علاقوں کی مسلمان اقلیت اپنے مشعل کو حل کرنے کی کوئی ایسی راہ نکال لے جس سے نہ تو ہندوستان اور پاکستان کے دریان کشیدگی و نزاع کے اسباب پیدا ہوں اور نہ ہندوستان کے اندر مسلم قوم پرستی کے دعووں اور مطابوں کو دبانے کے لئے ہندو قوم پرستی کے مشتعل ہونے کا کوئی موقع باقی رہے۔ جو حکمت اگر خدا نے مسلمانوں کو عطا کر دی تو آپ دیکھیں گے کہ نیٹ نہ سٹائیڈ اور قومی و مذہبی عصبیتوں کے

میلین مصنوعی خطرے اور جعلی ہوئے پیش کر کر کے موجودہ قوم پرستی کو زندہ اور مشتعل رکھنے کی خواہ لکھنی ہی کوشش کریں، وہ بہر حال مرکرہ رہے گی اور وہ مختلف و متفاہ عناصر جن کی ترکیب سے یہ قوم پرست بلاک بنائے، بلکہ کر رہینگے۔ اس لئے کہ اس بلاک کے اندر خود اس کے اپنے عناصر ترکیبی کے درمیان جو مدنظر فی و معاشری ہے انصافیاں، جو معاشری جفا کاریاں، جو اغراض و مقاصد کی کشاکشیں، اور جو طبقاتی منافرتوں موجود ہیں، وہ بیرونی خطرات کے ہٹتے ہی اپنے آپ کو یزور محسوس کرائیں گی اور بلاک کے آئندہ انتظام، اختیارات کی تقییم، حقوق کے تعین اور سماجی نظام کی تشکیل کے مسائل لا محالہ ان کو آپس میں پھاڑ دیں گے۔ اس تفرقہ کے لئے ایسے قوی اور فطری اسباب موجود ہیں کہ اسے رونما ہونے سے کوئی ملاقت روک نہیں سکتی۔

ہندوستان کا موجودہ سماجی نظام کچھ اس طرز پر ہتا ہے کہ وہ بے شمار طبقات پرستیل ہے، جن میں سے بعض بعض پر چڑھتے ہوئے اور بعض ان سے دبئے ہوئے ہیں۔ ان بینفوں کے درمیان پیدائشی برتری دستی اور اٹلی امتیازات کا تصور گہری جڑوں کے ساتھ جما ہٹوا ہے اور اس کو تناستخ کے فلسفے سے اور زیادہ محضی بوڑھ کر دیا گیا ہے۔ پست طبقوں کے حق میں یہ یقین پیدا کیا گیا ہے کہ وہ پستی ہی کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور یہ ان کے سچھلے کرموں کا لازمی نتیجہ ہے، جس سے انہیں بہر حال بحکمتا ہی پڑھیگا، جس سے بدلنے کی بہر کوشش بیسود ہے۔ اور اونچے طبقوں کے حق میں یہ اذعان پیدا کیا گیا ہے کہ وہ

پسیدا ہی برتری کے لئے ہوئے ہیں، برتری ان کا حق اور ان کے پھیلے کرموں کا نتیجہ ہے اور اس کو بدلنے کی کوشش قانون قدرت کے خلاف ہے۔ اس سماجی نظام میں ہر اور پرکار طبقہ نبیچے والے طبقہ کے سر پر پاؤں رکھے کھڑا ہے اور اسے روندراہا ہے۔ معاشرت کے ہر پہلو میں اور پنج اور پنج کام انتیاز ہے۔ قدم قدم پر بے شمار بے انعامیں ہیں۔ تمدن کے ہر گوشے پر انتیاز کا بزرگ اور بخواہ کھانے پینے کا معاملہ ہوا یا رہن سہن کا، یا شادی بیاہ کا۔ اور اس انتیاز میں صرف تفریق ہی کا نہیں بلکہ تحقیر اور تذمیل کا عنصر بھی شامل ہے۔ حد بہت کہ اوپنی طبقے اس بات کو بھی گوارا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں، کہ نبیچے طبقوں کے مرد اور عورت میں آن۔ کے سے بس اور زیور ہیں لیں اور ان کی سی اوپنی معاشرت اختیار کر لیں۔ حال ہی کی بات ہے کہ راجپوتانہ کے گوجروں اور جاٹوں نے اس بات پر ہنگامہ برپا کر دیا تھا کہ چمار و غیرہ نبیچے طبقوں نے۔ جو ہنگ کی وجہ سے کچھ خوشحال ہو گئے ہیں اور کچھ بابر کی ہوا بھی کھا آئے ہیں۔ اپنی عورتوں کو آن کی عورتوں کے سے بس اور زیور پہنائے شروع کر دئے ہیں۔ یا وجود یہ یہ جاٹ اور گوجر خود بھی اپنے ساتھ راجپوتوں کے ایسے ہی سلوک کی تجھی محسوس کرتے ہیں، مگر بچھر بھی انہوں نے اس بات کو اپنی توہین قرار دیا کہ چمار اُٹھ کر معاشرت میں ان کے ہمسر بنیں۔ چنانچہ مجموعی ٹھوڑ پران کی پوری براہمی نے زور لگانا شروع کیا کہ ان غریبوں کو زبردستی اُسی پستی میں پھینک دیں جس سے وہ اٹھنا چاہتے ہیں۔

معاشی نظام بھی یہ طبی حد تک، اسی سماجی نظام کی نزدیک پر قائم ہے

اور اس کے قدیم طالمانہ پہلوؤں پر جدید سرمایہ داری کی خصوصیات کا اور اضافہ ہو گیا ہے۔ جو لبکھے قدیم اجتماعی نظریات اور ما بعد الطبعی فلسفوں کی مدد سے اوپر کی سیر ٹھیوں پر مستکن ہو چکے ہیں انہوں نے صرف اتنے ہی پر اکتفا نہیں کیا ہے کہ ملک کی تندی زندگی میں بہتری کو اپنے لئے منحصروں کر لیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہی ملک کی دولت اور اس کے وسائل و ذرائع پر بھی قابض ہو گئے ہیں اور نیچے کی سیر ٹھیوں پر رہنے والی عام آبادی کے لئے انہوں نے زندگی بصر کرنے کی کوئی صورت اس کے سوانحیں چھوٹی ہے کہ وہ ذلت کے ساتھ ان کی خدمت اور مزدوری کریں۔ اس معاشی نظام میں محروم اور محنت پیشہ فہتوں کے ساتھ جو بے انصافیاں اور زیادتیاں پائی جاتی ہیں ان کا شمار کرنا مشکل ہے پھر اونچے طبقوں نے خود اپنے دائرے میں بھی بغی و ظلم کی بہت سی شکلیں اختیار کر رکھی ہیں جن کی بنا پر کم لوگ خوشی اور زیادہ لوگ بدحال ہیں۔ ان کی سودخواری، ان کا مشترک خاندانی جامداد کا طریقہ (Joint Family System)، ان کا تو ریشتہ اولاد اکبر کا قانون (Law of Primoogeniture) اور اسی طرح کے اور بہت سے طریقے ایسے ہیں جو دولت اور اس کے ذرائع کو سمیٹ کر چند کے ہاتھ میں یہ ریستہ ہیں اور بہت سوں کو محروم اور دست نگر بنادیتے ہیں۔ انہی طریقوں سے جن ہاتھوں میں دولت سمٹی ہے وہ اب جدید سرمایہ داری کے ڈھنگ اختیار کر کے ملک کی صنعت، تجارت اور مالیات پر مسلط ہوئے ہیں اور ہوتے ہار ہیں۔

اب جو سیاسی نظام بنایا جا رہا ہے اس کی تحریف میں کاغذ پر تو بلاشبہ جمہوریت، اجتماعی انصاف (Social Justice) مساوات اور موقع کی یکساں (Equal Opportunities) کے بڑے بڑے نتیجے تصورات بہت ستری اور دلکش زبان میں رقم کئے جا رہے ہیں، لیکن فنا ہر ہے کہ ان الفاظ کی اصل قیمت ان کے الفاظ میں نہیں، ان پر واقعی عملدرآمد میں ہے جملہ جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اس سیاسی نظام کی تشكیل، تعمیر اور تنفیذ کے سارے کام پر وہی طبقے حاوی ہیں جو سماجی اور معاشری نظام کی اوپر والی سبیطہ ہیں پر تشریف فرمائیں۔ نہیں بلکہ پیدا ہوئے ہیں۔ اور تحریر نہ ہمیں بتا دیا ہے کہ ان طبقوں کو خدا نے بعد پچھا دیا ہے مگر بڑا دل، وسیع نظر اور فراخ حوصلہ نہیں دیا۔ ان کی تنگ دلی اب تک بھی ہندوستان کو بہت کچھ نقصان پہنچا چکی ہے اور آئندہ بھی اسے دیکھتے ہوئے مشکل سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ یہ لوگ اپنی سیاسی طاقت کو واقعی انصاف قائم کرنے میں استعمال کریں گے۔

یہ حالات اپنے اندر اتنی تلخیاں رکھتے ہیں جنہیں ملک کی عام آبادی شدّت کے ساتھ محسوس کردی ہیں۔ اب تک قوم پرستی کے نشے نے اس احساس کو بڑی حد تک دبائے رکھا تھا، اور لوگ اس امید پر یہ جی رہے تھے کہ ملک کا انتظام جب ہمارے اپنے ناتھ میں آجائے گا تو یہ یہ انصاف ایسا ختم ہو جائیں گی۔ اب انتظام کے اختیارات جب فی الواقع اہل ملک کی

طرف منتقل ہو جائیں گے تو یہ سوال زیادہ دیر تک نہ مل سکے گا کہ ان اختیارات کو آئندہ کس طرح استعمال کیا جائے جس سے ملک میں حقیقی انصاف قائم ہو۔ ہندوستان کے متنقیل کی بائیں اس وقت جن لوگوں کے ہاتھوں میں آ رہی ہیں وہ ہندو پنجھر کی سابق روابط کے ساتھ مغربی یورپ اور امریکہ کے طرقی زندگی کا جوڑ لگاتے نظر آتے ہیں۔ یہ میراندازہ اگر صحیح ہے تو اس طرح سے وہ ایک ناٹشی جمہوریت، ایک خالہ ہری مسادات اور ایک نظر غریب عدل قائم کرنے میں تو خود رکامیاب ہو جائیں گے مگر اس کی تہ میں پدستور دہی یہ انھما فیاض، وہی ناہمواریاں اور وہی تفریقیں برقرار رہیں گی جو اس وقت پائی جاتی ہیں، کیونکہ تفرقی و انتیاز ہندو پنجھر کی رگ رگ میں پیوں میں ہے، جس کے ہوتے کسی حقیقی جمہوریت کا قیام غیر ممکن ہے، اور اس کے ساتھ مغربی نظریات کا جوڑ لگنے سے اس کے سوا کچھ حاصل ہونے کی امید نہیں کی جاسکتی کہ اپنے طبقوں کی برتری و صرفا یہ داری کو انکشتوں اور ووٹوں کے ذریعہ سے سند جواز مل جائے۔ اس لئے یہ امر قریب قریب یقینی نظر آتا ہے کہ یہ لوگ بہت جلدی ہشدار کی عدم آبادی کو مایوس کر دیں گے، ان کے ہاتھوں انصاف قائم نہ ہو سکے گا، اور کچھ زیادہ دیرینہ گذر نے پائیگی کہ ہندوستانی عوام، کسان، مزدود اور خود اپنے طبقوں کے محروم لوگ کسی دوسرے منصقانہ نظام کی طلب میں بے چین ہوئے لگیں گے۔

اشتراکی گروہ اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کی تیاریاں کر رہا

ہے۔ تو نبی کہ موجودہ قوم پرستی اپنے مدعا کو چنچتے کے بعد مغل ہوئی، وہ اس طبقاتی خالی اور اس تصادم اغراض کے شکاروں میں سے اپنا راستہ نکالنے کی کوشش کر لیا اور عام پاشندہوں کو انصاف کی امید دیا۔ لیکن حیا سی اقتدار حاصل کرنا چاہیے گا۔ مگر اس گروہ کے پاس ان بے انصافیوں کو فتح کرنے کے لئے کوئی ایسا پروگرام نہیں ہے جو خود طلب سے بے انصافی سے کشت خون اور فساد سے اور بالآخر جباری و فہاری سے پاک ہو۔ وہ ہندوستان کو موجودہ فرقہ وارانہ منافرت اور نزاع کا تحفہ دیکا۔ جہاں اب تک ہندو اور مسلمان کے جھگڑے کی بناء پر لوگ ایک دوسرے کے سر پھاڑتے اور گھر جلاتے رہے ہیں وہاں اب روپی کے جھگڑے کی بناء پر وہی لوگ کشت و خون کرنے لگیں گے۔ ایک طبقہ دوسرے طبقے کے خلاف اُسی طرح نفرت اور غصہ سے بھڑک اٹھے گا جس طرح آج ایک فرقہ دوسرے فرقے کے خلاف بھڑکا ہوا ہے۔ فرقہ پرستی اور قوم پرستی کی جگہ طبقاتی مفاد کی پرستاری لے لیگی اور انصاف کے حقیقی جذبہ سے دل جس طرح آج قومی جنگ کے زمانے میں خالی ہیں اسی طرح اس طبقاتی جنگ کے زمانے میں بھی خالی ہونگے۔ بر سرا اقتدار طبقے محروم طبقوں کو محروم رکھنے کے لئے لڑائی اور محروم طبقے ان کی جگہ کرائی انہیں محروم کر دینے کے لئے سردھڑک کی بازی لگائیں گے۔ اس طرح ہندوستان ایک مدت تک امن کی صورت کو ہترستار ہیگا، اور آخر کار اگر خدا نخواستہ اشتراکی انقلاب کا میاب ہو گیا تو مزید ایک طویل مدت تک یہاں روپی طرح اور بچے طبقوں کو ان کی زبانیوں

جائیدادوں اور کارخانوں سے بے دخل کرنے کے لئے سخت کشت و خون اور ظلم و جور کا بازارِ گرم رہ گیا۔ پھر اشتراکی نسل ام قائم ہو جائے کے بعد ویسی ہی ڈکٹیر طشپ یہاں بھی قائم ہو گی جیسی رو س میں ہے۔ اسی طرح ملک کی پوری آبادی کو ایک جایرانہ اور ہمہ گیر (Totalitarian) اقتدار کے شکنچے میں کس دیا جائیگا، اسی طرح لوگ زیان اور قلم اور غیال کی آزادی سے محروم ہو جائیں گے، اسی طرح تمام لوگوں کا رزق چند لوگوں کے ہاتھوں میں آجائے گا، اور اسی طرح بندگاں خدا کو اتنی آزادی بھی حاصل نہ رہیگی کہ اس نظام کی سختیوں سے دل برداشتہ ہوں تو کچھ حصہ پکار کر لیں، یا اس حالت کو بدلتے کے نئے کوئی سیاسی تنظیم اور اجتماعی کوشش کر سکیں۔

اور ان سب سے بڑا ہدف اس اشتراکی انقلاب سے جو نقصان ہندوستان کو پہنچے گا وہ یہ ہے کہ پھیلی صدیوں کے انخناط کے باوجود جو گھوڑی بہت روحانی و اخلاقی قدر ہیں ہندوستان کی تہذیب میں باقی ہیں وہ بھی ختم ہو جائیں گی اور یہ ملک سراسراً یک فاطحہ پرست ملک بن کر رہ جائیگا۔

اسلامی انقلاب کے امکانات

اس انجام سے اگر کوئی چیز ہندوستان کو بچا سکتی ہے تو وہ یہ ہے کہ کوئی گروہ ایک ایسے نظام فکر و عمل کو نے کر لے جس میں اعلیٰ درجہ کی اور حقیقی روحانی و اخلاقی قدر ہیں بھی ہوں، سچا اور بے لاگ اجتماعی انصاف بھی ہو، اصلی جمہوریت۔ محض سیاسی ہی نہیں بلکہ تمدنی و معاشرتی جمہوریت (Social Democracy)۔ بھی ہو، اور تمام باشندگان

ملک کے لئے بلا امتیاز طبقہ و نسل افرادی و اجتماعی حیثیت سے ترقی کے
یکساں موقوع بھی ہوں جو ایک یا چند طبقوں کے مقام کو نہیں بلکہ سب
انسانوں کے مقام کو یکساں چند نہیں اور انہاں کی نظر سے دیکھے، کسی کا
حیاتی اور کسی کا دشمن نہ ہو، طبقوں اور گروہوں کو ایک دوسرے کے خلاف
اکھانے اور لڑانے کے بجائے ایک مبنی بر انہاں نظام زندگی پر انہیں
متحد کرے، محروم طبقوں کو وہی کچھ دلائے جوان کا فطری حق ہے اور اور پچ
طبقوں سے عرف وہی کچھ سے جوان کے پاس ان کے فطری حقوق سے
نہ اٹھے اپسے ایک نظام کو اگر ملک کے لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے
اور اس کو پیش کرنے والے وہ لوگ ہوں جن کی سیرت اور افلاق پر اعتماد
کیا جاسکے، جو خود کسی قسم کی قومی یا طباقی یا ذاتی خود غرضی میں بستلانہ ہوں
جن کی اپنی زندگی اس بات پر کوہ ہوں کہ درحقیقت انہی سے انہاں
کی آمید و ابستہ کی جاسکتی ہے، اور جن میں دیانت اور انتظام دنیا کو
صلحیت و دولت مجمع ہوں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ آمید و ابستہ کے یا شدید
اس نظام کے مقابلہ میں اشترائی انہاں کے راستے کو تبریز نہیں اشترائی
انہاں پر تو ایک آپریشن ہے جو مرض کے ساتھ تشدیق کرے یعنی ایک حصہ کو
کافی پہنچ کر اسے اور انہاں ایسے صرفی ملکی تجویز کی جائے گی جو اور
کوئا کہر تاہم جب دوسرے مرض کی اصطلاح میں ہے کی کوئی آپریشن نہ ہے۔
دنیا میں بھی کسی ملک کے لوگوں نے اس آپریشن کے طریقے کو اختیار کیا
اس تو وہ جو کچھ کیا ہے کہ انکے سامنے ظالماً مژہ مزید دار ہی اور اشترائیت کے درمیان

کوئی تیسرا ایسا راستہ تھا حتیٰ نہیں جس میں وہ ان دونوں کی خرابیوں سے بچ کر
النصاف پایا جائے گی امید کر سکتے۔ اگر اس قسم کا تیسرا راستہ پیش کر دیا جائے
جیسا کہ پیش کرنے کا حق ہے۔ تو نہ ہندوستان کے لوگ ایسے پانچل میں اور نہ
دنیا کے دوسرے ملکوں کی آبادی ہی کو اس قدر دیوانہ فرض کرنے کی کوئی وجہ
ہے کہ وہ ایک کارگردان کو آزمائنے کے بجائے خواہ مخواہ آپریشن ہی پر اصرار کر گئے۔
سوال یہ ہے کہ آیا مسلمان یہ تیسرا راستہ پیش کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر پیش

کر سکتے ہیں اور اس تیسرا یہ راستے کا نام اسلام ہی ہے تو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں
کہ مدت قبل کے ہندوستان میں اشتراکیت کے بالمقابل اسلام کے لئے کامیابی کے
لئے نہ کم ۴۰ فی صدی اسکانات میں یہ مسلمانوں کی انہر ہائی بدمتی اور سختیاں لائق ہو گی
گہان کے پاس اسلام جدید ایک کامل اور صحیح نظام موجود ہو اور پھر وہ اسے لیکر
اٹھنے کے بھائے پورا میراث اشتراکیت کے لئے خالی چھوڑ دیں۔

ایجاد ای ڈی روگر اعم

اب میں اب کو مختصر طور پر یہ بتاؤں گا کہ ہندوستان میں اسلامی انقلاب کا راستہ
ہموار کرنے کے لئے ہمیں کیا کرتا ہیں؟
(۱) سب سے مقدم کام یہ ہے کہ اس قومی کوشش کا فاتحہ کیا جائے جو ہندوؤں
اور مسلمانوں کے درمیان اب تک برپا رہی ہے۔ میرے تزدیک یہ بات پہلے بھی علط
تھی کہ مسلمان اسلام کے لئے کام کرنے کے بجائے اپنے قومی اغراض اور مطابقوں کیلئے
لڑتے رہے مگر اب تو اسی لڑائی کو جاری رکھنا محض غلطی نہیں بلکہ یہاںکے علطاً اور
احمقانہ خودکشی ہے۔ اب یہ نہایت ضروری ہے کہ مسلمان اپنے طرز عمل کو بالکل بدلی
دیں۔ یہ اسمبلیوں میں نمائندہ گی کہ تناسب کا سوال، یہ انتخابات کی دوڑھوپ

یہ ملازموں کے لئے کشمکش، اور یہ دوسرے قومی حقوق اور مطابوں کے لئے چیخ پکار، آئندہ دور یعنی لا حاصل بھی ہوگی اور نقصان دہ بھی۔ لا حاصل اس لئے کہ اب جن لوگوں کے ہاتھ میں ہندوستان کی حکومت آرہی ہے وہ مخلوط انتخاب اور ملازموں میں صرف "قابلیت" کے لحاظ کا اصول مقرر کر کے مسلمانوں کی جداگانہ سیاسی ہستی کو ختم کر دینے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور ان کے فیصلے کو ہادیہ ہوتے سے کسی طرح نہیں رہ سکتا۔ نقصان دد اس لئے کہ ان حقوق کی استھان کی جتنی کوشش بھی مسلمان کرنے کے وہ ہندوؤں کے قومی تھہب کو اور نیادہ مشتعل کر لیگی، اور اگر وہ اپنی شکایات کو روشن کرنے کے لئے پاکستان کی بدوحاصل کرتا چاہیں تو یہ بین الاقوامی پیغمبری کی اور کشمکش کا سبب ہے این جائیگا، جس سے ہندو قوم پرستی کو زندگی کی مزیدی طاقت مل جائیگی۔ لہذا اب ہمیں وسیع پیمائے پر مسلمانوں میں ایسی رائے عام تیار کرنی چاہئے کہ وہ بھیست ایک قوم کے حکومت اور اس کے نظام سے بے رُخی اختیار کر لیں اور ہندو قوم پرستی کو اپنے طرز عمل سے یہ اٹھیاں دلاؤں کہ میران میں کوئی دوسرا سیاسی ترمیت اس کے صالح کشمکش کرنے کے لئے موجود نہیں ہے۔ یہی ایک طریقہ ہے اس غیر مسلموں تھہب کو ختم کر دینے کا جواں وقت غیر مسلم اکثریت کے اندر اسلام کے خلاف پیدا ہو گیا ہے، اور اس طریقہ سے غیر مسلموں کے اس اندر یقین کو بھی دور کیا جاسکتا ہے کہ اگر اسلام کو مزبد اشاعت کا موقع دیا گیا تو کہیں پھر کسی علاقے کے مسلمان ایک اور پاکستان مانگنے کے لئے کھڑے نہ ہو جائیں۔

(۲) دوسرا ہم کام ہمارے لئے یہ ہے کہ ہم مسلمانوں میں وسیع پیمائے پر اسلام کا علم پھیلائیں، ان میں اسلام کی دعوت و تبلیغ کا عام جذبہ پیدا کر دیں، اور ان کی

اخلاقی و تہذیفی اور معاشرتی زندگی کی اس حد تک صلاح کر لیں کہ ان کے
 ہمسایہ بغیر مسلموں کو خود اپنی سوسائٹی کی پہ نسبت ان کی سوسائٹی صریحاً بہتر
 محسوس ہو سکتے ہوں اور آنے والے جو لوگ بھی اس سوسائٹی میں شامل ہونے
 کے لئے آمادہ ہوں ہم خواہ وہ کسی طبقہ کے ہوں، انہیں بالکل مساویانہ حیثیت
 سے اپنے اندر لیا جاسکے۔ یہ کام یہ رسول کی ان تحکم اور رنگانام حنفیت چاہتا ہے
 مگر جب تک ہم مسلم سوسائٹی کے ایک بڑے حصہ کو علمی و عملی اور تہذیفی و معاشرتی
 حیثیت سے اسلام کا صحیح نہایتہ نہ بنالیں، ہمارا یہ امید کرنا محض ایک بولنے کی
 ہے کہ ہندوستان کی عام غیرمسلم آبادی کی رائے کو اسلام کے حق میں ہموار کیا
 جاسکے گا۔ بغیر مسلموں کے سامنے آپ کاغذ پر یا تقریبی میں اسلام کو کیسے، ہی
 نہ پسند کرنا اور سے پیش کریں، بہر حال وہ ان کو اپنی نہیں کر سکتا کیونکہ اسلام
 کے عملی نہایتوں کا جو تحریک انہیں رات دن کی زندگی میں ہو رہا ہے وہ آپ کے
 بیان کی تعداد میتھی نہیں کرتا۔ پھر اگر ان میں کوئی ایسا عنق پستہ سکل بھی آئے کہ
 مسلمانوں کے بیانے اسلام کو دیکھ کر اسے قبول کر لے، تو موجودہ مسلم سوسائٹی
 میں اس کا کچھ بہت مشکل ہوتا ہے، اس لئے کہ یہاں ابھی تک قدیم ہندو اور
 جاہلیت کے سوراخی لعصابیات، اور پنج پیغ کے امتیازات، ذات، برادری کے
 تفرقی، اسلام میں آجائیں کے یاد ہو دجوں کے قول محفوظ ہیں، اور اس بنا پر
 ایک نو مسلم کو پھر انہی معاشرتی خرابیوں سے سماں تھے پیش آتا ہے جن کو پھوڑ کر
 وہ ہندو سوسائٹی سے نکلا تھا۔ لہذا مسلمانوں کی۔۔۔ اگر بعد سماں کی نہیں تو کہ ان
 ان کے ایک معتقد ہم حصہ کی۔۔۔ اخلاقی، تہذیفی اور معاشرتی زندگی کی

اصلارج کے بغیر دعوتِ اسلامی کا قدم آگے نہیں بڑھ سکتا اور یہ ممکن نہیں ہے کہ محض نو مسلموں سے ہم ایک الگ مسلم سوسائٹی بناسکیں۔ اس اصلارج میں اگر ہم کسی حد تک بھی کامیاب ہو جائیں، اور اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں میں اسلام سے عام و افیمت بھی پیدا کر دیں اور ان کے اندر یہ جذبہ بھی ابھارہ دیں کہ رات دن کی زندگی میں ان کو ہر جگہ غیر مسلموں سے جو سایقہ پیش آتا ہے اس میں وہ حسب موقع ان کے سامنے اسلام کو پیش کرتے رہیں، تو دعوت کی زفارتی تپڑ ہو سکتی ہے کہ ہندوستان میں کوئی دوسری تحریک اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ یہاں مسلمانوں کی تعداد چار پانچ کروڑ کے قریب ہے۔ اس تعداد کا بیسوال حجمہ بھی اگر اسلام کو جانتا ہو اور اس کی تبلیغ شروع کر دے تو اسلام کے مبلغوں کی تعداد ۲۵ لاکھ کے لگ بھگ ہو گی۔ کیا کوئی دوسری تحریک ایسی موجود ہے جس کے پاس اتنے مبلغ ہوئے پھر مسلمان ہندوستان کی آبادی میں کھڑکی کی طرح غیر مسلموں کے ساتھ ملے جلے ہیں اور زندگی کے ہر شعبے میں ہر جگہ ہر وقت انہیں دونمروں تک اپنے خیالات پہنچائے اور اپنے پرتاب کا اثر دانے کا موقع ملتا ہے۔ کیا کسی دوسری تحریک کو یہ م الواقع حاصل ہیں؟ پھر دوسری کسی تحریک کی اپنی کوئی مستقل سوسائٹی اور کوئی اپنا تدبی فنظام نہیں ہے۔ ان کے دامن میں پناہ لے کر ہندوستان کے پسے اور دبے ہوئے طبقے کوچھ اپنے پیٹ کے مطابق تو پورے کو سکتے ہیں مگر اپنی معاشرتی زندگی کی مشکلات اور خرابیاں زفع نہیں کر سکتے بخلاف اس کے مساممان اپنی ایک مستقل سوسائٹی رکھتے ہیں

جو اگر ہمارے نصب العین کے مطابق کچھ بھی اصلاح یا فتح ہو جائے تو تمام ان لوگوں کے لئے پوری پناہ گاہ بن سکتی ہے جنہیں معاشرتی زندگی میں پست بنا کر کہ دیا گیا ہے، باخون کو جاہلی نظامِ ممدن و معاشرت کی دوسری خرابیوں سے پریشان کر دیا ہے۔

(۲) تیسرا حصہ درمی کام یہ ہے کہ ہم اس ملک کی ذہنی طاقت کا زیادہ سے زیادہ حصہ اپنی اس دعوت کے لئے فرامہ کریں اور اس سے باقاعدگی کے ساتھ کام لیں۔ ہندوستانی مسلمانوں کا تعلیم یا فتح طبقہ اپنے ان مقاصد میں ناکام ہو چکا ہے جن پر اس نے اب تک نظر جما رکھی تھی۔ اس ناکامی کا شعور حاصل ہوتے ہی اس پر یا سر طاری ہونی شروع ہو جائے گی۔ اس موقع پر اگر ان کے سامنے ایک سارہ دشن نصب العین، امیدوں اور بشارتوں کے ساتھ آئے تو ان کے ایک بڑے حصہ کی توجہات اپنی طرف کھینچ لیگا۔ اس طرح جیسے جیسے ہماری دعوت کو یہ طاقت حاصل ہوتی جائے، ہم چاہتے ہیں کہ اسے ان تیجہ خیز کاموں پر لگایا جاتا رہے جو اسلامی انقلاب کو قریب تر لاسکیں۔ مثلاً ہم مسلمانوں کی اخبار نویسی کے موجودہ رحیمات کو بالکل بدل دینا چاہتے ہیں ہماری خواہش ہے کہ بہتر قسم کے اہل قلم اب انگریزی، اردو اور دوسری زبانوں میں اخبارات جاری کریں اور ان میں حقوق کی صفحہ پکار، ملازمتوں کے فی صدمی تناسب پر شور و غل اور مکملوں میں ہندوگردی پرداویلا کرنے کے بجائے رائج الوقت نظام پر اصولی تنقید کریں، اس کی خامیوں کا ایک ایک پہلو نمایاں کر کے پبلک کو دکھائیں اور اس سے بہتر ایک نظام زندگی

پیش کر کے رائے عام کو اس حق میں ہموار کریں۔ اسی طرح ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے نوجوان ادبی ارباب نشاط کا پیشہ چھوڑ کر اپنی ادبی قابلیتوں کو ایک اعلیٰ درجہ کا تمثیری ادب پیدا کرنے میں صرف کریں جو انسانیت کے شعور کو پیدا کرے اور ذہنوں میں ایسا صالح نظام کے لئے ترتیب پیدا کر دے۔ پھر جن لوگوں کو خدا نے زیادہ بلند درجہ کی دماغی صلاحیتیں مختینی ہیں ان کو ہم دنیا کی ذہنی امامت کا راستہ دکھانا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ حضرات قرآن کی شعلہ میں لے کر علم کے ہر گوشے اور مسائل حیات کے ہر پہلو کا جائزہ لیں اور تحقیق و کاوش کے ساتھ اسلامی نظام زندگی کی پوری تصویر دنیا کے سامنے پیش کر دیں جس سے دیکھ کر لوگ بآسانی یہ معلوم کر سکیں کہ اگر دنیا کا انتظام اس نظام کے مطابق ہو تو اس کی تفصیلی صورت کیا ہوگی۔ ان سب کے علاوہ اسی اہل دماغ علمیت میں سے وہ لوگ بھی نکل سکتے ہیں جو پیدا شپ کی صلاحیتیں رکھتے ہیں۔ اسلامی دعوت کو ایک عمومی تحریک بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ان لوگوں کو اس کی رسمائی کا منصب بینہا لئے کیلئے تیار کیا جائے۔

(۲) چوتھا ضروری کام یہ ہے کہ ہمارے سب کا رکن اور وہ تمام لوگ جو آئندہ ہماری تحریک سے متاثر ہوں، ہندوستان کی اُن مقامی زبانوں کو سیکھیں اور ان میں تحریر و تقریر کی قابلیت ہم پہنچائیں جو آئندہ تعلیم اور لٹریچر کی زبانیں بننے والی ہیں۔ نیز اس امر کی انتہائی کوشش کریں، کہ ان زبانوں میں جلدی اسلام کا ضروری لٹریچر منتقل کر دیا

جائے جنوبی ہند میں ڈاول، ٹلنگی، کنڑی، ملایالم اور مرستی، منتری ہند
 میں گجراتی، مشرقی ہند میں بنگلہ، اور باتی ہندوستان میں ہند بی اب تعلیم کی
 زبانیں ہونگی۔ یہی لپتے اپنے علاقوں میں فرمی اور سرکاری زبانیں ہوں گی۔
 اور انہی میں ملک کا لڑیچر شائع ہو گا۔ اگر مسلمان اپنی قومی
 عصبیت کی بنا پر صرف اردو تک اپنی تحریر و تقریر کو محمد و د
 رکھیں گے تو ملک کی عالم آبادی سے بیگانہ ہو کر رہ جائیں گے
 اور ان کے پاس اپنے کروڑوں ہمسایوں کو ہم حیال بنانے
 کا کوئی ذریغہ نہ رہے گا۔ بلاشبہ ہم یہ ضرور چاہتے ہیں کہ اردو زبان
 نہ صرف باتی رہے بلکہ فروع پائے، کیونکہ ہمارا اب تک کاسارا سرایہ علم و
 تہذیب اسی زبان میں ہے، لیکن ہم اسلام کے مستقبل کوارڈوز زبان کے درامن
 سے باندھ دیتے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اگر اردو زبان ملک کی عام زبان
 نہیں بن سکتی، اور آثار یہی بتا رہے ہیں کہ اس کو یہ حیثیت حاصل نہ ہوگی،
 تو پھر جن جن زبانوں کو ملک میں رواج حاصل ہو گا۔ ہم ان سب میں اسلام
 کا لڑیچر ہمیا کریں گے اور ان سب کو اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے استعمال
 کریں گے۔ ایسا کرنا محض غیر مسلموں ہی کی خاطر نہیں بلکہ خود مسلمانوں کی آیندہ
 نسلوں کو بھی مسلمان رکھنے کی خاطر ضروری ہے، کیونکہ آگے چل کر مسلمان بچے
 درس گاہوں میں تعلیمی زبان اور درس گاہوں کے باہر سرکاری اور ملکی زبان
 سے اس قدر متاثر ہو جائیں گے کہ اردو سے ان کا تعلق برائے نام ہی رہ
 جائے گا۔ اور اگر ان کو ان زبانوں میں کافی اسلامی لڑیچر نہ ملتا تو وہ بالکل

اکثریت کے رنگ میں رنگتے چلے جائیں گے۔

یہ چار کام ایسے ہیں جن پر آیندہ پانچ سال میں ہم کو اپنی پوری قوت صرف کرنی ہے۔ بعد کے مراحل میں اسلامی انقلاب کو آگے بڑھانے کے لئے جو کچھ کرتا ہوگا، اس کا ذکر اس وقت فضول ہے۔ اُس کا جب موقع آئے گا تو حسب ضرورت ہدایات جاری کر دی جائیں گی۔ مگر خوب سمجھیجئے کہ آگے کے کسی پروگرام کی نوبت اس وقت تک آہی نہیں سکتی جب تک یہ چار کام کسی محدث پہ حملہ تک انجام نہ پا جائیں۔ اس لئے ہندوستان میں ہمارے ارکان جماعت اور کارکن ہمدردوں کو اپنے تمام ذرائع اور اپنی پوری قوت کا را اور اپنی سارے فکر و توجہ اس ابتدائی پروگرام پر صرف کر دینی چاہئے۔ اب وہ وقت ہے کہ آپ اس کا ایک لمحہ بھی اگر تسلیم میں صائم کرنے کے توجہم کر شیگے۔ جس طوفان کی میں دس سال سے خبر دیتا رہا ہوں وہ امداد آیا ہے۔ اب اگر آپ نے اس کے مدارک کی فکر نہ کی تو یہ سب مسلمانوں کے ساتھ آپ کو بھی لے دو گا جو حالات اب اس طکہ میں پیش آنے والے ہیں (وہ آپ کے حبیر کا، آپ کے عزم کا، آپ کے استعمال کا، آپ کی حکمت و دانائی کا، اور آپ کی عملی طاقت کا سخت امتحان ہیں گے۔ آپ کے ایک طرف دجال کی جنت ہو گی، جس میں داخل ہونے اور بدارج عالیہ پر حظر ہنے کے لئے شریعت لازم یہ ہو گی کہ تیز تیز قوت شامہ، ورکھنے والے شخص کو بھی آدمی کے اندر سے اسلامیت اور اسلامی غیرت کی ذرا سی بوتک محسوس نہ ہو سکے، اور آپ کے گرد و پیش بہت سے مسلمان اپنی دینیوی نجات کی خاطر اس شرط کو پورا کرنے پر آفادہ ہو جائیں گے۔

آپ کے دوسری جانب صتوڑے اور درا نتی کا جھنڈا یلنہ ہو گا اور اس کے سایہ
میں ایک دوسری جنت شدّاد کا نیالی نقشہ پیش کیا جائے گا جس کے
عاشقوں کو قسم دی جائے گی کہ خدا پرستی اور دیانت و اخلاق سے اپنے دلوں کو
خالی رکھیں۔ آپ کی آنکھیں یہ بھی دیکھیں گے کہ دنیا کے بھوکے مسلمانوں اور
غیر مسلموں کا ایک جم غفیر اس کی طرف دوڑ رہا ہو گا۔ ان دو جھوٹی جنتوں کے
درمیان آپ اپنے آپ کو ایک ایسے مقام پر لھڑا پائیں گے جہاں اسلام پر جتنے
والوں اور اسلام کے لئے کام کرنے والوں کو ترقی و خوشی کی تو درکنار زندگی
کا سامان بھی مشکل ہی سے میسر آئے گا۔ ان کو ہر ہر قدم پر سبکن حالات
سے سابقہ پڑیگا۔ ان کی غیرت اسلامی اور عزّت نفس کو ہر وقت چر کے لگیں گے
شواہزادہ اسلامی کو وہ نہ صرف ملتے دیکھیں گے بلکہ ان کی اہانت بھی علنا نیہ ہو گی اور
یونہیں کہ مسلمانوں کے اپنے ہاتھوں ہو۔ ان حالات میں صرف دبی لوگ اسلامی
القلب کے لئے کام کر سکیں گے جو غیر معمولی صبر و ثبات، انتہائی سرگرمی، اور
نیایت درجہ کی حکمت و دانش مندی سے بہرہ ورہیں۔ یہ تین خصوصیات اگر
آپ اپنے اندر پیدا کر لیں تو ان آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس طوفان کا رُخ پھر
دیئے رہیں کچھ زیادہ دیرہ لگے گی۔ اب اپنے دلوں کے فرق اور مزاجوں کے
اختلافات کو رفع کر کے ایک بھیان مخصوص ہیں جائیئے تاکہ آپ کی اور سی اجتماعی
طاقت اس کام میں صرف ہو۔ اب اپنے شُح نفس کا استیصال کر دے اسے کیونکہ
اس کام کے لئے آپ کو کہیں باہر سے ذرا لع نہ ملیں گے بلکہ سارے ذرائع آپ کو
اپنے اندر سے فراہم کرنے پڑیں گے۔ اب اپنے اُن سب مشاغل اور دلچسپیوں کو

ختم کر دیجئے جن کے اندر آپ کے وقت اور فکر کا کوئی حصہ اس کام سے بہت کر صرف ہونا ہو، اور ناگزیر معاشری ضروریات کے مساوا پینے وقت کا ایک ایک لمحہ اس کام کے لئے وقف رکھئے۔ آپ کی مسٹھی بھر جماعت کو آئندہ پانچ سال میں — ایسے پانچ سال جو اسلام اور مسلمانوں امداد ہو آپ کے حق میں فیصلہ گئی ہے۔ بہت بڑا کام کرنا ہے اتنا بڑا کام جو پہاراٹ کھو دکر جوئے شیر لانے سے کم نہیں ہے۔ آپ کو مسلمانوں کی رائے عام اور ان کے قومی رویے کا رُخ بدلتا ہے۔ آپ کو عامہ مسلمین کی اعتقادی، اخلاقی اور مترقبی اصلاح کرنی ہے۔ آپ کو مسلمانوں کے اہل دماغ طبقے میں نفوذ کرنا اور اسے ذہنی و عملی انتشار سے بچا کر اسلامی انقلاب کی راہ پر لگانا ہے۔ آپ کو ملک کے مختلف حصوں کی زبانوں میں اسلامی لٹریچر کی اشاعت کا انتظام کرتا ہے۔ اور یہ سارے کام بخش خدا کے بھروسے اور اپنے بل بوتے ہی پر کرنے ہیں، کہیں سے کوئی مدد ملنے یا ہمت افزائی ہونے کی امید نہیں ہے۔ اگر آپ کو ہمت پاندھو کر کھڑے تھے ہونگے اور پورے انہیاں کے ساتھ اپنی ساری اجتماعی طاقت عرف نہ کریں گے تو یہ کام کیسے انجام پائیں گے۔ اللہ سے جو وعدہ کر کے آپ جماعت میں داخل ہوئے ہیں اسے یاد رکھیجئے، اپنے ایمان کی طاقت کو تازہ اور مضبوط کریجئے، اور صرف اللہ کی مدد کے بھروسے پر کام کے لئے لگے بڑھئے مجھے امید ہے کہ آپ اپنے رب کی خوشنودی کے لئے جب کام کریں گے تو وہ بھی آپ کو ایسے ایسے راستوں سے مدد پہنچے گا جدھرانج آپ کا گمان بھی نہیں جا سکتا۔

پاکستان میں تحریک اسلامی

کا

آئندہ لاٹ عمل

از ابوالاعلیٰ مودودی

اس پیغام میں جماعت اسلامی کے ارکان اور اس کے ہم خیال لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ پاکستان کی آئندہ حکومت کو خالص اسلامی حکومت بنانے کے لئے ہمیں کیا کام کس طرح کرنا ہوگا۔ یہ درست جو وعدے مسلمانوں سے کئے تھے اگر وہ ان کے مطابق واقعی اسلامی نظام قائم کرنے کے لئے تیار ہوں تو ہم اس نظم کی خدمت کس طرح کریں گے، اور اگر وہ اپنے وعدوں کے خلاف مسلمانوں کی خیر اسلامی حکومت قائم کر دیں تو اسے اسلامی حکومت میں تبدیل کر لے کر لیجئے بھارا ذائقہ می پروگرام کیا ہوگا۔

قیامت فی کامی - صفت تقسیم کے لئے آئندہ

صلی اللہ علیہ وسلم

مکتبہ جماعتِ اسلامی - دارالاسلام (پٹھانکوٹ)